''مجھے خوبصورت جزیرہ نظر آ رہا ہے اور ٹھنڈی ہوائیں آ رہی ہیں''

اس نے موت کا بھی صبر وشکر سے سامنا کیا

عالمِ اسلام کی ایک مایہ ناز شخصیت علامہ محمد مدنی کی وفاتِ حسرتِ آیات پر چند کلمات

بقلم: ابوبکر الصدیق چیف ایڈیٹر عربی روزنامہ ''أهم الأخبار'' اسلام آباد

شدید مرض اور تکلیف کے باوجود ہر پوچھنے والے کے سوال کے جواب میں اس اللہ کے صابر و شاکر بندے کی زبان سے ایک ہی جواب نکل رہا تھا: ''الحمد للہ''......وہ آخری لمحے تک نماز، قرآن اور اذکار کا اہتمام کئے ہوئے تھا...اپنی جان خالقِ حقیقی کے سپرد کرنے سے چند لمحات قبل قریب کھڑے تیماردار کی زبان سے کسی دعا کے کلمات سنے تو وہ جھٹ سے اس کی تصحیح کرنے لگے....موت سے تین روز قبل بے ہوشی کے عالم میں جب میں ان کے بائیں پہلو میں اس لئے کھڑا تھا کہ کہیں ہاتھوں پر لگی ہوئی ڈرپ کی نالی ہل نہ جائے تو اس موحد کے ہاتھ یوں حرکت کر رہے تھے جیسے وہ بیماری کے دوران قضاء نمازیں ادا کر رہا تھا.....
باپ کا سایہ قریباً سولہ سال قبل سر سے اٹھ چکا تھا لیکن.....والدہ محترمہ کی محبت وشفقت انہیں موت کے ساحل تک نصیب رہی۔ اسی لئے آخرت کی طرف رختِ سفر باندھنے سے دس منٹ قبل ٹیلیفون پر اپنی پیاری ماں سے ہم کلام ہو کر انہیں تسلی دیتے رہے۔ جبکہ از خود اپنے پاس کھڑے اپنے عزیزوں سے کہہ رہے تھے۔ مجھے لگتا ہے کہ میرا وقت ختم ہو چکا ہے اب مزید زندگی نہیں.....اس سب پر مستزاد جناح ہسپتال لاہور جہاں وہ گورنر پنجاب کی خصوصی ہدایت پر ڈاکٹر عیص محمد چیف ایگزیکٹو جناح ہسپتال کے زیر علاج تھے کے تمام ڈاکٹرز اور تیمارداری کرنے والے تمام افراد کی زبان سے ایک ہی بات سنائی دے رہی تھی کہ ان کا دل بہت بڑا تھا۔ مرض کے باوجود زبان سے کوئی شکوہ وشکایت سنائی نہیں دیا....ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ہم نے ایسا باہمت شخص کبھی نہیں دیکھا جس نے اپنی شدید بیماری کے عالم میں بھی صبر وشکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا ہو اور ڈاکٹروں سمیت کسی شخص نے بھی ان سے ان کا حال پوچھا تو ہر بار ''الحمد للہ'' کہہ کر جواب دیتے اور ان کے پوچھنے پر کہ جسم کے کسی حصہ میں تکلیف تو نہیں۔ تو جواب میں کہتے: ''الحمد للہ'' مجھے کہیں کوئی تکلیف یا درد نہیں ہے۔ قربان جاؤں! اس بہادری اور صبر و ثابت قدمی کا صلہ ربِ کائنات کی طرف سے یہ ملتا ہے کہ

آخری لمحات کے شاہد حکیم ابراہیم اور حافظ عبدالرؤف صاحبان کی روایت کے مطابق وہ اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بلند کر کے دھیمی سی آواز میں یہ کلمات دھراتے ہیں: ''أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله'' کیونکہ وہ اپنے آخری وقت کے بارے میں اللہ کے فرشتوں سے خوشخبری سن چکے تھے۔ اسی لئے اپنے دائیں پہلو کی کھڑکیاں کھولنے کیلئے کہا اور یہ الفاظ دھرائے: ''مجھے خوبصورت جزیرہ نظر آرہا ہے اور ٹھنڈی ہوائیں آرہی ہیں'' کیونکہ لگتا ہے انہیں فرشتے وہ مناظر دکھا رہے تھے جو ایک مومن کیلئے رب رحمٰن نے تیار کر رکھے ہیں: ﴿نحن أولياء كم في الحيوة الدنيا وفي الآخرة، ولكم فيها ماتشتهي أنفسكم ولكم فيها ماتدعون، نزلاًمن غفور رحيم﴾ (حم السجدۃ:۳۱۔۳۲)
ترجمہ: ''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے نگہبان یا دوست تھے، اور آخرت میں بھی ...اور بہشت میں بھی، جو تمہارا جی چاہے وہ تمہارے لئے حاضر اور جو منگواؤ وہاں تمہارے لئے موجود... بخشنے والے مہربان رب کے مہمان ہوں گے'' اور ان کی یہ ساری باتیں موت کے لمحات سے قبل کوئی اور معنی رکھتی تھیں مگر دار فانی سے کوچ کر جانے کے بعد ان عبارتوں کا مفہوم بدل گیا... انہوں نے ایک موقع پر کہا کہ ''مجھے غسل کرواؤ، بیماری میں میری بہت سی نمازیں رہ گئی ہیں، میں پڑھنا چاہتا ہوں۔'' انہوں نے وفات سے چند لمحات قبل شہادت کی انگلی بلند کی اور زبان سے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ یاد رہے کہ بیماری کی وجہ سے ان کے ہاتھوں کی انگلیوں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ انہیں بلند کر سکتے۔ مگر اللہ رب العزت نے انہیں آخری وقت میں اپنی شہادت کی توفیق عطا فرما کر الحمدللہ ان کا خاتمہ بالایمان فرمایا۔

یہ ساری باتیں میں ایک ایسی شخصیت کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔ جس نے جوانی سے لے کر آخری سانس تک اپنے رب سے ایک عہد کر رکھا تھا کہ وہ زندہ رہے گا تو وحدہ لاشریک کی توحید کیلئے رہے گا اور اسے موت آئے گی تو وہ توحید ہی پر کاربند رہے گا..... یہ اس شخص کی باتیں ہیں جس نے اپنے عالم باعمل باپ سرخیل اہل حدیث حضرت مولانا حافظ عبدالغفور جہلمیؒ کی مسند پر بیٹھ کر ان کی تمناؤں کو اپنے رب کی توفیق سے عملی شکل دے دی تھی.... یہ قصہ اس باہمت اور بہادر شخص کا ہے، جس نے جہلم جیسے علاقے میں بیسیوں مساجد کا جال بچھایا۔ پنجاب اور آزاد کشمیر میں سینکڑوں مساجد تعمیر کروائیں۔ مدارس کا ایک سلسلہ قائم کیا، دعوتی اور خیراتی پروگراموں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا، جس نے جہلم کے عین وسط میں جماعت اہل حدیث کی ایک عظیم اور شاندار دینی درسگاہ کو قابل اساتذہ اور جید علماء کی ایک ٹیم کے ذریعے

آباد کیا تھا، اور اس سے ملحقہ امتِ مسلمہ کے نونہالوں کو لوریاں دینے والی ایسی مائیں تیار کرنے کا ادارہ قائم کیا جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔۔ میں آج تک کوشش کے باوجود بہت سے عزیزوں کی وفات پر قلم نہ اٹھا سکا لیکن آج نہ جانے جب سبھی لواحقین ان کے حسنات کا تذکرہ کر رہے تھے تو میں چپ تھا مگر اچانک اٹھ کر قلم و کاغذ لیکر بیٹھ گیا تا کہ اس عظیم شخص کی چند باتیں کاغذ پر ثبت کر دوں شاید کسی کیلئے نشانِ راہ بن سکیں۔

میں غم و افسوس کے اس ماحول میں ایک نہایت ہی کربناک کیفیت میں جامعہ کے صحن میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ محمود مرزا جہلمی -- جس نے موصوف کی محنت سے دنیاوی زندگی کو ترک کر کے دین کا ہو جانے کا عہد کر رکھا تھا -- نے مجھے کہا: ابو بکر! وہ بہت ہی عظیم انسان تھا، تجھے اس کے ساتھ بیٹھنے کا وقت بہت کم ملا ہے۔ اس کی بات یقیناً حقیقت پر مبنی تھی کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والے ہر شخص کو میں نے ان کا مداح پایا۔ میرے ہر طرف اس عظیم شخصیت کے مداحوں اور گرویدوں کی پرنم آنکھیں ہیں۔۔۔۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ ہر جگہ پر کلمہ حق کہنے کا دھنی تھا۔۔۔۔ کوئی کہتا ہے کہ اس نے توحید و سنت کے معاملہ میں کبھی لچک برداشت نہیں کی۔۔۔۔ کوئی اس کی عوامی مقبولیت کا تذکرہ کر رہا ہے تو کوئی اس کی دنیا سے بے رغبتی اور بے اعتنائی کے واقعات سنا رہا ہے۔ ہم سے بچھڑنے والی شخصیت نے علماء و طلبا میں یکساں ایک عالم، مدبر، قائد اور باہمت شخص کی سی زندگی بسر کی جس پر ہر کسی کو رشک آتا ہے۔۔۔ اس کی زندگی کے واقعات نہایت ہی سبق آموز ہیں کیونکہ اس نے اپنے گھر اور حلقۂ احباب کے درمیان ایک ایسی شفاف اور کھری زندگی بسر کی کہ سبھی اس کے غم میں نڈھال ہیں۔

وفات سے تقریباً دو ہفتے قبل جب گورنر پنجاب جناب لیفٹیننٹ جنرل (ر) خالد مقبول صاحب نے جامعہ علوم اثریہ جہلم کا دورہ کیا تو وہ صاحب فراش تھے۔ اس روز اچانک میرے جہلم پہنچنے کے بعد اپنی والدہ محترمہ اور گھر والوں کو بلا کر بیماری کی حالت میں لڑکھڑاتی آواز میں گویا ہوئے۔۔۔۔ ہمارا باپ کتنا ولی اللہ تھا۔۔۔۔ یہ سب اس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آج اللہ نے ہمیں یہ عزت دی ہے کہ حکمران ہمارے ادارے میں آنے کی خواہش خود کرتے ہیں جبکہ لوگ انہیں بلانے کیلئے ہزاروں پاپڑ بیلتے ہیں۔۔۔۔ پھر دعا کیلئے ہاتھ بلند کیے اور جامعہ کی ترقی اور ذمہ داران کیلئے اخلاص کی دعا کرنا شروع کر دی۔۔۔۔ آخر میں یہ بھی بیان کیا کہ بے نظیر کے دور حکومت میں مقامی ضلعی انتظامیہ اور سوئی گیس کے ذمہ داران کے مشورہ پر جہلم میں سوئی گیس کا افتتاح بے نظیر بھٹو کے ہاتھوں جامعہ سے کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر میں نے اس وجہ سے منع کر دیا تھا کہ ہم عورت کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کرتے۔

وہ اپنے جوشیلے مگر مدبرانہ فیصلوں کی بناء پر بسا اوقات بہت سی ایسے سخت فیصلے بھی کر لیا کرتے تھے، جن کے بڑے ہی دوررس نتائج نکلا کرتے تھے.... انہوں نے یقیناً کسی بھی عظیم شخص کی طرح کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا مگر اس شخص میں ایک بات بڑی واضح تھی کہ اس نے حق کے معاملے میں کبھی سستی اور کاہلی نہیں دکھائی .... بلکہ اس نے ہمیشہ ڈنکے کی چوٹ اپنے توحید پرست ہونے کا اعلان کیا اور اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کو اسی روش پر چلنے پر آمادہ کیا، اپنی والدہ محترمہ سے محبت اور عقیدت کا رشتہ اتنا مضبوط تھا کہ تقریباً ہر سفر پر جانے سے قبل ان کی دعائیں لے کر رختِ سفر باندھتے اور واپسی پر بھی پہلے ان کے قدموں میں حاضری دیتے، پھر اپنے گھر جامعہ میں آتے، جو وہ فیصلہ فرمادیتیں اس پر اپنا سر تسلیم خم کر دیتے۔ جرأت و بہادری اور ہمتِ مردانہ کا عالم یہ تھا کہ اکثر اوقات وہ اکیلا ہی طوفانوں کا مقابلہ کر کے ان کا رخ موڑ دیا کرتا تھا، جب ساری پاکستانی قوم صدام حسین کے حق میں نعرے لگا کر سعودی حکومت کے خاتمے کی باتیں کر رہی تھی تو اس نے تحفظ حرمین شریفین موومنٹ کے نام سے تحریک شروع کر کے عوام کے ایک بہت بڑے گروہ کا زاویۂ فکر تبدیل کر دیا اور ناموسِ رسالتؐ و تحفظ حرمین کے حق میں ایسی صدا بلند کی، جو کوچہ و بازاروں سے لیکر ایوانِ اقتدار تک گونجتی چلی گئی۔

وہ تقریر کے میدان کا شاہسوار تھا وہ کسی بھی دعوتی یا تبلیغی پروگرام میں ہر صورت پہنچنے کا عزم رکھتا تھا وہ گھنٹوں عوام الناس کو قرآن و سنت کی باتیں سنایا کرتا تھا.... وہ خطابت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا.... یہی وجہ تھی کہ قرب و جوار میں ہونے والے جلسوں سے لیکر جماعت اہل حدیث کے قومی اور بین الاقوامی اجتماعات کا وہ ایک اہم اور خصوصی خطیب ہوتا تھا.... اس کی زبان میں شیرینی اور دلائل میں قوت کا اعتراف غیر بھی کیا کرتے تھے.... وہ اپنی قادر الکلامی کے باعث بڑے بڑوں کو زیر کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ مخالف بھی اس سے مباحثہ کرنے سے کتراتے تھے۔

ایک ہمہ جہتی شخصیت رکھنے کے باوجود اس عظیم شخص نے کبھی جماعت اور اپنے ہم مسلکوں سے جدا ہو کر اکیلے پرواز کا کبھی سوچا تک نہ تھا.... بلکہ وہ جماعت کے ساتھ اختلافات کے باوجود جماعت سے منسلک رہنے کا نہ صرف قائل تھا بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس بات کا قائل کرنے کا عادی تھا۔ وہ اکثر کہا کرتے

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

سفر اس کی زندگی کا ایک جزو لاینفک بن چکے تھے اور شاید وہی اس کی بیماری کا سبب بنے...لیکن

اس کے ساتھ سفر کرنے والوں نے اسے دورانِ سفر بھی تلاوتِ قرآن مجید اور ذکر واذکار کا ہمیشہ اہتمام کرتے ہوئے پایا۔قرآن و سنت سے از حد محبت تھی...دینی کاموں اور پروگراموں کا اہتمام اس مرد درویش کی زندگی کا مشن تھا حتی کہ وہ آخری وقت بھی اپنے ساتھیوں کو ان پروگراموں کی تکمیل کا حکم دے رہا تھا، بلکہ وہ تو موت کی دہلیز پر پہنچ کر بھی یہ کہہ رہا تھا ''جامعہ کو بڑے تحمل اور ذمہ داری سے چلانا ہے''
اور اس کی لگن ایک ہی تھی کہ اس کی زندگی دین کیلئے وقف ہو اور وہ اپنے رب کی توحید کا داعی بن کر زندگی بسر کرے ۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

دینی شعائر پر پابندی اور دنیا سے نفرت انہیں کئی دفعہ بہت معمولی باتوں پر بھی سیخ پا کر دیتی تھی کہ وہ ذرا سی بات پر بھی ٹوک دیتے تھے....موت سے تقریباً تین ہفتے قبل لاہور کے سرجی میڈ ہسپتال میں اپنی اہلیہ کے ہمراہ راقم الحروف ان کی عیادت کیلئے گیا اور اچانک حکیم منصور العزیز صاحب کے بارے میں بات کرتے ہوئے میرے منہ سے یہ جملہ نکلا کہ ''ان کے ہاتھ میں بڑی شفاء ہے'' تو انہوں نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ شفاء تو صرف میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے..ایسے جملے نہیں کہنے چاہییں۔جو توحید کے منافی ہوں۔

ان کے بہت سارے مداحین شاید ان کی تعزیت و توصیف میں شاہ فہد و حاکم شارجہ کی طرف سے تعزیت نامہ، وزارت الاوقاف حکومت قطر اور سعودی سفارت خانے کی طرف سے علاج کی پیش کش اور متحدہ عرب امارات کی ایک ریاست الفجیرہ کے حاکم الشیخ حمد بن محمد الشرقی کی طرف سے یورپ یا امریکہ میں علاج کی پیشکش اور گورنر پنجاب کی طرف سے ان کے خصوصی علاج کو ان کی بڑی خوبی گردانیں....یقیناً یہ بھی ایک اعزاز ہے جو انہیں میسر تھا کہ دنیا بھر میں انہیں ایک مقام حاصل تھا....لیکن میری نظر میں ان کا سب سے بڑا مقام وہ ہے جو میں نے جہلم میں ہر پرنم آنکھ کے پیچھے چھپے ہوئے ان کے کئی واقعات کی صورت میں دیکھا اور میں نے دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے ایسے لوگ بھی دیکھے جن کا شاید نہ کوئی خونی رشتہ تھا اور نہ کوئی مفاد...یہ ہی بچھڑنے والے شخص کی عظمت کی علامت تھی کہ ملک بھر سے فون آرہے ہیں اور لوگ جنازے میں شرکت کیلئے وقت دریافت کر رہے تھے۔

بیماری کے ایام میں اساتذہ، طلبہ، ساتھیوں، جماعتی احباب، سیاسی کارکنان اور ملک بھر کی ممتاز شخصیات کا نہ تھمنے والا ایک سیلاب تھا جو ان کی عیادت کیلئے امڈ آیا تھا اور ایسا ہی ایک جم غفیران کے جنازے میں شرکت کیلئے جہلم لپک آیا تھا۔

مرحوم کی شخصیت کے ساتھ لفظ ''مرحوم'' کا اضافہ کرتے ہوئے طبیعت پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے لیکن .... موت ایک حقیقت ہے جس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں، اسی لئے میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے سانحے بھی تاریخ بن جاتے ہیں لیکن کچھ سانحے تاریخ بننے کے ساتھ ساتھ دلوں کی دنیا میں بھی ایک دیرپا اثر چھوڑ جایا کرتے ہیں۔

یقیناً آج مرحوم کے بھائیوں حافظ عبدالحمید عامر فاضل مدینہ یونیورسٹی، حافظ احمد حقیق، قاری عبدالرشید، حافظ عبدالرؤف، ان کی والدہ محترمہ، ان کی ہمشیرہ، ان کے اہل خانہ اور تمام لواحقین پر ایک کوہ گراں ٹوٹ پڑا ہے لیکن انہیں بھی یقین ہونا چاہیئے کہ آج ان کے غم میں ایک جہاں شریک ہے کیونکہ آج وہ ایک علمی اور دینی شخصیت کو کھو چکا ہے۔

مرحوم کے باقیات صالحات میں کئی ایسے عظیم اور پائیدار نشانات ہیں جو قیامت کی دیواروں تک اس کیلئے دست بدعا رہیں گے اور قیامت کے روز ان شاء اللہ ان کے نامۂ اعمال کا سنہری باب ہوں گے اور آج جب وہ رختِ سفر باندھ کر ہمیشہ کیلئے ان ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کے کندھوں پر ڈال گئے ہیں تو دین کیلئے جاری کاموں کی ترقی کیلئے خواہاں ہر شخص کی دعا ہے کہ ''اللہ ان گلستانوں کو ہرا بھرا رکھے'' اور ان کی آبیاری کیلئے عظیم سے عظیم تر لوگ مہیا کرتا رہے۔ (آمین)

بقیہ: ''علامہ محمد مدنی کے ساتھ ایک سفر'' تحریر: محمد اکبر سلیم الہ آباد قصور

علامہ مرحوم نے اپنی بارعب آواز میں فرمایا کہ میں بحیثیت مسلمان اور سلفی ہونے کے آپ کا بھائی ہوں۔ جب میں بھائی ہوا تو سعودی ہونا کونسی بڑی بات ہے اور ہم اس وقت البدائع (القصیم) کے معروف عالم دین الشیخ محمد ناصر العربی کے مہمان ہیں۔ سعودی پولیس کا سربراہ آگے بڑھ کر شیخ مدنی کا ماتھا چومتا ہے اور کہتا ہے: ''تقبل اللہ جھودکم یا فضیلۃ الشیخ المکرم'' اس مبارک سفر کی سعادت تو دیکھیے کہ مفتی اعظم سعودی عرب علامہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ نے اپنی خصوصی شفقت سے اپنے خصوصی ویزہ پر سعودیہ تشریف لانے کی دعوت دی تھی۔ جس وقت ہم مفتی اعظم سعودی عرب کے مہمان خانہ میں داخل ہوئے شیخ مدنی مرحوم نے بلند آواز میں تمام حاضرین مجلس کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ شیخ ابن بازؒ فوراً متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: ''مجھے اس آواز سے الشیخ الحافظ عبدالغفور جہلمی کی خوشبو آئی ہے جو کہ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان کی عظیم شخصیت تھے'' اور ساتھ ہی فرمایا: ''محمد! آج افطاری ہمارے ہاں کرنی ہے'' سبحان اللہ! آج دونوں عظیم شخصیتیں خلدِ بریں کی مہمان ہیں۔ نور اللہ مرقدھما۔ الغرض علامہ مدنی مرحوم بے شمار خوبیوں کے حامل تھے۔ علم وعمل، خوش طبعی، خوش مزاجی، دینِ حنیف کی ترویج واشاعت کیلئے ہمہ وقت کوشاں ...اللہ تعالیٰ تمام سلف صالحین کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، خصوصاً الشیخ محمد مدنی رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے برادران حافظ عبدالحمید عامر صاحب، حافظ احمد حقیق صاحب اور اہل خانہ کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین ثم آمین